GM - 107

حضرت علامہ

پیامِ مصطفیٰ

از

مولانا حافظ محمود شیرانی

پروفیسر اورینٹل کالج لاہور

شمسیہ چنچل گوڑہ حیدرآباد

سلسلۂ مرتضوی ۵۱

نمبر (53)

علامہ حضرت میاں مصطفیٰ رضؓ (گجراتی)

36

از

پروفیسر حافظ محمود شیرانی

شمسیہ

چنچل گوڑہ حیدرآباد

بار دوم

بار اول
۲؍ربیع الاول ۱۳۶۱ھ

بار دوم
۲؍ربیع الاول ۱۳۶۶ھ

شمسیہ چنچل گوڑہ حیدر آباد

مطبوعہ عہد آفرین برقی پریس

علامہ حضرت میاں مصطفیٰ گجراتی رحمۃ اللہ علیہ

جب میران مہدی علیہ السلام بڈلی میں مقیم تھے۔ آپکی خدمت میں ایک بزرگ اویس نامی حاضر ہوئے۔ یہ میاں مصطفیٰ اسکے دادا تھے۔ آگر مہدی علیہ السلام پر ایمان لے آئے۔ جب مہدی علیہ السلام کی وفات کے بعد جماعت مہدویہ مختلف دائروں میں تقسیم ہوگئی۔ ان دائروں میں ایک دائرے کے پیشوا سیّد خوندمیر رضی اللہ عنہ تھے۔ اویس کے بھائی قطب جہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میاں مصطفیٰ ان کے نواسے ہیں۔ میاں اویس کے فرزند کا نام عبد الرشید تھا۔ شہر پٹن میں آپ بحیثیت ایک فاضل متبحر کے مشہور تھے۔ قطب جہاں اور میاں عبد الرشید سید خوندمیر کی خدمت میں آنے جانے لگے۔ شیخ قطب جہاں نے اپنی دختر بلند اختر میاں عبد الرشید کے نکاح میں دیدیں جن کے پیٹ سے میاں مصطفیٰ پیدا ہوئے۔

جب میاں مصطفٰے بالغ ہوئے۔ ان کو خدا کا حکم ہوا کہ تم سیّد خوندمیر کی پیروی کرو۔ چنانچہ ان کا دستور تھا کہ تلقین دیتے وقت "بحضرت سیّد خوندمیر" ضرور فرماتے۔ گویا ان کا سلسلہ میاں سیّد خوندمیر سے چلتا ہے۔ میاں مصطفٰے کے چھ بھائی تھے۔ (۱) میاں منتجٰی (۲) میاں مرتضٰی (۳) میاں مجتبٰی (۴) شیخ آدم (۵) حضرت عماد (۶) شاکر محمد۔

میاں بڑے خدا والے اور توکل پیشہ تھے۔ ان کے والدین کے پاس کچھ جائداد بوجہ میراث تھی۔ میاں نے ان سے تقاضے پر تقاضہ کرنا شروع کیا کہ آپ اس جائداد کو برائے خدا ترک کر دیں۔ کیونکہ حضرت مہدی نے اپنی جماعت کو یہی ہدایت کی ہے کہ "تم پر ملک و میراث حرام ہے"۔ رسول اللہ نے بھی دنیا کو مردار کہا ہے۔ جس کا طالب ہمیشہ ذلیل و خوار رہے۔ دنیا گناہوں کا راز ہے۔ اور ترکِ دنیا بندگی کا راز ہے۔ مہدی کا قول ہے کہ ایمان بغیر ترکِ دنیا حاصل نہیں ہوتا۔ ان کی یہ باتیں سن کر والدین نے جواب دیا کہ ہم میں دنیا چھوڑ دینے کی ہمت نہیں اور نہ توکل پر قادر ہیں ہمیں ان امور سے معاف کرو۔ آخر میاں کو کہنا پڑا کہ اگر آپ میری عاجزانہ درخواست قبول نہیں کریں گے تو میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکوں گا۔ والدین کا جواب تھا۔ کہ اگر ہمارے ساتھ رہو تو ہمارے سر آنکھوں پر اگر جاؤ تو بفضلِ خدا تمھارا حافظ و ناصر ہو۔ الغرض میاں مصطفٰے والدین سے جدا ہو پٹن سے کوچ کر کے اندری گاؤں میں آ بسے۔ یہ ایک چھوٹا سا موضع تھا۔ طالبانِ خدا آ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے۔ ایک مدت کے بعد میاں عبد الرشید

ان سے ملنے آئے اور بیٹے کی موجودہ زندگی سے متاثر ہو کر ترکِ دنیا پر عازم ہو گئے۔ اور فقیری لے کر بیٹے کے پاس آ کر رہنے لگے۔ ایک عرصے کے بعد انھوں نے میاں مصطفٰے سے کہا کہ اندری نہایت چھوٹا موضع ہے۔ یہاں فقیروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے مناسب سمجھو تو پٹن چل رہیں کیونکہ اب جو امور تمھاری ناخوشی کے موجب تھے خدا نے اپنے فضل سے رفع کر دیے۔ تجویز معقول تھی۔ میاں مان گئے۔ سب کو ساتھ لے کر پٹن شہر میں آ گئے۔ اور تالاب سہسلنگ پر دائرہ باندھ کر رہنے لگے۔ ان کے دائرے میں پندرہ سو فقیر تھے۔

جب میاں مصطفٰے کی شہرت ہوئی۔ اور ان کے پاس مریدوں کی رجوعات ہونے لگی۔ اس عہد کے علمائے ان پر حسد کرنا شروع کیا۔ اور بادشاہ کو لکھا کہ ملک میں کامل فساد ہونے والا ہے شیخ زاد نے مہدوی مذہب اختیار کر لیا ہے اور اپنے عقیدے کی دوسروں کو دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ پولادی قوم اور پٹھانوں بلکہ بعض علماء اور بے شمار دیگر اشخاص نے یہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ بادشاہ پر فرض ہے کہ اس کی جلد تدبیر کریں۔ جب یہ خط بادشاہ کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا مصطفٰے مہدوی نے مخلوقِ خدا کو گمراہ کیا ہے۔ میں خود اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کر کے دین کی خدمت بجا لاؤں گا۔ اور یہ جواب دینے کا حکم دیا کہ میں خود آتا ہوں۔ شاہی لشکر میں کئی اشخاص میاں کے مرید تھے۔ انھوں نے فی الفور ایک خط کے ذریعے سے اطلاع

دی کہ بادشاہ وقت نے کہا ہے کہ میں مصطفےٰ مہدوی کو قتل کروںگا۔ اس لیے آپ کی خدمت میں گزارش ہے۔ کہ آپ شہر پٹن کی سکونت ترک کر کے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں۔ ظالم سے کنارہ کرنا بھلا ہے۔ میاں نے یہ مکتوب پڑھ کر اپنے تمام مریدوں اور فقیروں کو بلوایا اور وہ خط سنایا۔ پھر کہا کہ میرا ارادہ تو یہی ہے کہ میں اپنی جگہ پر قائم رہوں۔ اگر بادشاہ نے دلیل و حجت مانگی۔ میں جواب دوں گا۔ اگر وہ میری جان کا طالب ہے تو میں مسرت کے ساتھ اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ مریدوں کا جواب تھا کہ ہم سب آپ کے فرمان کے تابع ہیں جس طرح آپ کی مرضی ہو کیجئے۔ ہم اپنی جانیں آپ پر قربان کرنے کے واسطے مستعد ہیں۔ اکبر بادشاہ کوچ در کوچ فتحپور سیکری سے گجرات پہنچے۔ شیر خاں ایک امیر پٹن میں رہتا تھا۔ جو میاں کا مرید تھا۔ اس کو جب بادشاہ کی آمد کی اطلاع ملی۔ اس نے میاں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو ایک مرتبہ اور سمجھانے کی کوشش کی اور کہا کہ آپ یہاں سے کنارہ کر جائیں۔ مگر میاں کا فیصلہ اٹل تھا۔ ان کے عزم میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ شیر خاں تو پٹن چھوڑ کر چلا گیا۔ جب اکبر کو اس کے جانے کا واقعہ معلوم ہوا۔ اس نے فوراً دریا خاں کو شہر پر قبضہ جمانے کے لیے بھیج دیا۔ اور حکم دیا کہ ہمارے نام کا خطبہ پڑھا جائے دریا خاں میاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ قدمبوسی کی اور بولا کہ بادشاہ آپ کے قتل کے لیے

آ رہے ہیں۔ بہتر ہے۔ کہ آپ اس وقت ٹل جائیں۔ میاں نے جواب دیا۔ نواب تمہاری محبت مجھ کو معلوم ہو گئی مگر میں متوکل ہوں۔ اور خدا پر میرا آسرا ہے۔ اکبر ڈیسے آ پہنچے۔ جو پٹن سے تین فرسنگ ہے۔ اس جگہ تمام علماء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے پیشوا نے جسے میاں سے قدیمی عداوت تھی۔ بادشاہ کے سامنے اپنی پگڑی اُتار کر پھینک دی اور بولا کہ مصطفےٰ مہدوی نے ہماری پگڑیاں اُتار دی ہیں۔ بادشاہ نے اسے تسلی دی اور اپنی کمر کا پٹکا کھول کر اس کے سر پر بندھوایا اور بولا کہ بس اب میں اسے مارتا ہوں عثمان خاں ایک نیازی پٹھان تھا۔ وہ میاں کا بھی معتقد تھا بادشاہ نے اسے پٹن رعیت کی تسلی کے لیے بھیجا۔ وہ بڑی دھوم سے آیا اور شہر میں ڈیرا لگا دیا۔ آدھی رات کو نوکروں کے ساتھ میاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک کوتل گھوڑا ساتھ لایا۔ اور عرض کی۔ خدارا آپ ابھی وقت کسی طرف کو نکل جائیں۔ یہ گھوڑا سواری کو حاضر ہے۔ مگر میاں کے ارادے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اکبر پٹن پہنچ گئے۔ علماء نے عرض کی کہ مصطفےٰ مہدوی اسی شہر میں مقیم ہے۔ بادشاہ نے کہا۔ اچھا کل ما بدولت اسے بلائیں گے۔ انھوں نے پھر عرض کی کہ اس کا حضور میں بلایا جانا مصلحت نہیں۔ اس کے بے شمار معتقد ہیں اگر سب کے سب قلعے میں آ گھسے۔ تو ان سے عہدہ بر آنا بہت دشوار ہو جائے گا۔ مناسب یہی ہے۔ کہ وہیں فوج بھیج کر اسے قتل کرا دیا جائے

اکبر نے خفا ہو کر کہا۔ تمہارا مذہب تحقیقات کیے جانے کے بغیر قتل کا حکم دیتا ہے۔ اس پر علماء نے سکوت اختیار کیا۔

دوسرے روز صبح کو چوبدار بھیج کر بادشاہ نے میاں مصطفےٰ کو بلایا۔ میاں فوراً عصا لے کر روانہ ہو گئے اور پیچھے مُریدوں کا ایک جمِ غفیر ہو لیا۔ بادشاہ جھروکے میں بیٹھے دیکھ رہے تھے۔ اتنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گئے۔ دل میں کہنے لگے کہ علماء سچ کہہ رہے تھے۔ اگر یہ لوگ قلعے میں گھس آئیں تو ان کا سنبھالنا مشکل ہوگا۔ اسی وقت چوبدار سے کہا کہ جاؤ کہہ دو سب واپس جائیں شاہی حکم ہے۔ میاں کو جب یہ حکم ملا مع اپنے مُریدوں کے لوٹ گئے۔ اب عالموں کو موقع مل گیا۔ بولے ہم نے کل درست عرض کی تھی مصطفےٰ محض درویش نہیں ہے بلکہ اس کا مرتبہ امراء سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ دوسرے دن بادشاہ نے چوبدار بھیج کر میاں کو کہلا بھیجا کہ اکیلے آئیں۔ میاں بلا عذر اُٹھ کھڑے ہوئے اور فوراً چوبدار کے ساتھ ہو لیے۔

جب قریب پہنچے۔ بادشاہ کے ہاتھ میں ایک بڑا نیبو تھا جب اس نے میاں پر نظر ڈالی۔ اسے بیٹھنے کی تاب نہ رہی۔ نیبو کو اچھالا اور اسے جھیلنے کے بہانے فوراً کھڑا ہو گیا اور یوں میاں کی تعظیم کی۔ ساتھ والے چوبدار نے میاں سے کہا یہ جو فرش پر کھڑے ہیں۔ بادشاہ سلامت یہی ہیں۔ تم تسلیمات بجا لاؤ۔ میاں نے کہا۔ ابھی تو آگے بڑھو۔ جب دوسری ڈیوڑھی پر پہنچے چوبدار نے پھر کہا۔ اب

کورنش بجا لاؤ۔ سامنے بادشاہ سلامت کھڑے ہیں۔ میاں بولے اور آگے بڑھو جب تیسری ڈیوڑھی آگئی چوبدار پھر بولا فرش پر جو ایستادہ ہیں۔ اعلیٰحضرت ہیں۔ آپ بندگی بجا لایئے۔ یہ کہتا ہوا وہ تو اپنی جگہ جا کھڑا ہوا اور میاں آگے بڑھ گئے۔

جب بادشاہ کے بالکل قریب پہنچے بولے میں سلاطین کے ادب آداب سے ناواقف محض ہوں۔ درویش ہوں۔ سنتِ نبی جانتا ہوں اس لیے سلام علیکم کہتا ہوں اے نیکنام بادشاہ! اکبر نے اپنے دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور وعلیکم سلام جواب دیا اور کہا آگے آؤ۔ جب فرش کے پاس پہنچے۔ جوتا اُتارنے لگے۔ بادشاہ نے کہا۔ کوئی مضائقہ نہیں۔ جوتے پہنے آجاؤ۔ دیکھو نا میں نے بھی تو جوتے پہن رکھے ہیں۔ چنانچہ میاں جوتوں سمیت فرش پر پہنچ گئے۔ اب بادشاہ نے کہا آپ کی طرف جادو ٹونا نسبت کیا جاتا ہے۔ میاں نے جواب دیا۔ رسول اللہ پر بھی یہی تہمت لگائی گئی تھی مخلوق کی زبان سے نہ خدا بچا ہے نہ خدا کا رسول بچا ہے۔ میں تو ایک ادنیٰ انسان ہوں۔ بادشاہ کو یہ جواب پسند آیا۔ پھر سوال کیا کہ مجھے علماء کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ تم مہدویوں کا دستور ہے کہ جب تمہارے دائرے میں کسی کی بہو بیٹی آجاتی ہے۔ تم اپنے ہاں اس کا نکاح کر لیتے ہو اور کہتے ہو کہ خدا کا یہی حکم ہے۔ اسی طرح اگر کسی کی بھینس بکری یا بیل اونٹ گھوڑا بھولے سے تمہارے دائرے میں آجاتا ہے۔ تم اسے پکڑ لیتے ہو

اور کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے ملی ہے۔ میاں نے جواب دیا۔ ایسے امور
تو مخفی نہیں رہ سکتے۔ اگر ہم ایسے عملوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔ شہر پٹن
میں ایک چھوڑ دو قاضی موجود ہیں۔ ان سے تو نہیں چھپ سکتے۔ اعلٰحضرت
ان سے دریافت کریں۔ اتفاق سے دونوں قاضی بادشاہ کی خدمت
میں حاضر تھے۔ بادشاہ نے ایک قاضی سے پوچھا۔ وہ میاں کا حاسد
تھا۔ اس نے کہا۔ مجھ میں یہ طاقت نہیں کہ ان کے خلاف بات
کر سکوں نہ کسی اور کی تاب ہے۔ یہ سن کر بادشاہ نے جواب کے لیے
میاں کی طرف دیکھا۔ انھوں نے کہا۔ دوسرا قاضی اور ہے۔ اس سے
بھی تو دریافت کیا جائے۔ یہ قاضی راست گو اور عادل تھا۔ اس نے
عرض کی کہ اے بادشاہ یہ تو نامی گرامی میاں مصطفٰے ہیں۔ میرا منہ نہیں کہ
ان کی تعریف کر سکوں۔ ان کے سبب سے بے شمار مخلوق ترک دنیا
کر کے راہِ مولیٰ لی ہے۔ بلکہ بارہ ہزاری شش ہزاری پانصدی اور
دو صدی امرا اپنا اپنا منصب چھوڑ کر ان کے پیرو ہو گئے ہیں۔ اور ایک
ایسی دو ایسی تو بے تعداد ہیں۔ جو ان کو اپنا ہادی سمجھتے ہیں۔ جس
شخص نے فقر لے لیا۔ اور توکل پر عامل ہو اس سے ناواجب افعال
کیونکر سرزد ہو سکتے ہیں۔ جو لوگ میاں مصطفٰے کی شکایت کرتے ہیں
اعلٰحضرت یقین رکھیں کہ وہ مفتری ہیں۔ بادشاہ بولے میں سمجھ گیا۔
علماء آپ پر حسد کرتے ہیں۔ میاں نے برادرانِ یوسف کے حسد کا ذکر
کیا اس پر بادشاہ نے کہا۔

میں نے یہ قصہ تو سنا ہے۔ لیکن میں آپ کی زبان سے سننا
چاہتا ہوں۔ میاں نے کہا کہ آپ اطمینان سے بیٹھ جائیں۔ آپ کی
وجہ سے تمام لوگ کھڑے ہیں۔ یہ بھی بیٹھ جائیں۔ بادشاہ نے کہا
پہلے آپ بیٹھیں۔ پھر میں بیٹھوں گا۔ یہ سن کر میاں مصطفٰے بیٹھ گئے۔ بادشاہ
بھی ان کے سامنے مؤدب بیٹھ گئے۔ میاں نے اس وقت ولی نعمت کو
پاس بلوایا اور ان سے سورۂ یوسف پڑھوائی اور میاں تفسیر بیان
کرنے لگے۔ گویا ان کے منہ سے پھول جھڑتے تھے۔ بادشاہ عالم سکوت
میں سنتے رہے۔ آخر ان پر اس قدر اثر ہوا کہ زار و قطار رونے لگے۔
شیخ عبد النبی جو بادشاہ کے مرشد تھے اور قاضی یعقوب ملک القضاۃ
کہیں علٰحدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ ان کا نائب بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا
اس نے جب یہ معاملہ دیکھا۔ فی الفور ان کے پاس پہنچا۔ اور بولا کہ تم
بیٹھے کیا کر رہے ہو۔ قریب ہے کہ بادشاہ میاں مصطفٰے کے معتقد ہو جائیں
دونوں اٹھے۔ شاہی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور بولے کہ وقت بہت
گزر چکا ہے اور میاں کو بھی آئے دیر ہو گئی ہے۔ اب ان کو رخصت
دیجیے۔ وہ پھر آ سکتے ہیں۔ بادشاہ ان کا کہنا مانتے تھے۔ یہ الفاظ
سن کر اٹھے اور میاں مصطفٰے سے کہا کہ لشکر کے لوگ ظالم ہیں۔ ممکن
ہے کہ میرے بعد وہ آپ کو ایذا پہنچائیں۔ بہتر ہوگا کہ آپ پٹن چھوڑ کر
کسی اور گوشے میں چلے جائیں۔ تاکہ ان کے ہاتھ سے محفوظ رہیں۔ جب
مجھ کو ذرا فرصت ملے گی۔ میں آپ کو بلوا لوں گا۔ میاں رخصت ہوئے

اور پٹن چھوڑ کر موربی میں رہنے لگے۔ اکبر نے گجرات فتح کر کے خان اعظم
کو اس کا صوبہ دار بنا دیا اور ہدایت کی۔ کہ جس وقت میں تمھیں
بلاؤں اور دوسرا صوبہ دار بھیجوں۔ تم میاں مصطفےٰ کو اپنے ساتھ
لے کر آجانا۔ بادشاہ یہ ہدایت دے کر اجمیر کی طرف راہی ہوئے
میاں مصطفےٰ موربی میں مع اپنے فقیروں کے فقر و فاقہ کے پنجے میں
اسیر تھے۔ گیارہ ماہ کے اندر اندر ان کے تین سو ساٹھ فقیر فاقوں
سے ہلاک ہو گئے۔ ان میں مرد بھی تھے اور عورتیں بھی۔

موربی سے تین کوس پرگنو درا ایک چھوٹا سا گاؤں تھا۔
یہاں ایک امیر فتح خاں نامی رہا کرتا تھا۔ وہ میاں کے فقیروں
کو بڑا لالچ دیتا۔ کہ اگر میرے پاس آجاؤ تو میں تمھیں بڑے آرام
سے رکھوں۔ مرغ اور پلاؤ کھلاؤں۔ حلوا اصابونی اور دوسری
لذیذ نعمتیں آگے دھروں۔ جب تک دل چاہے رہو۔ اور جب جانے لگو۔
ہر ایک کو ایک ایک اشرفی دندان مزد کے طور پر دے کر رخصت
کروں۔ لیکن میاں کے فقیروں میں سے کسی نے بھی اس کی طرف
رخ نہیں کیا۔

خان اعظم نے ایک روز امین سنجر کو حکم دیا۔ کہ جا کر موربی پر
شاہی عمل قائم کرو اور جب فارغ ہو کر آنے لگو۔ میاں مصطفےٰ کو اپنے
ساتھ لیتے آنا۔ کیونکہ بادشاہ نے بلوایا ہے۔ امین سنجر حسب الحکم
موربی پہنچا اور میاں کے پاس ایک آدمی کے ذریعے کہلا بھیجا کہ مجھے

علم خاں سے لڑائی درپیش ہے۔ آپ خدا کے کامل ولی ہیں۔ آپ
اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہیں۔ اور تشویش نہ کریں۔ جب یہ پیغام
میاں کے پاس پہنچا۔ انھوں نے ایک معنی خیز نگاہ کے ساتھ اپنے
فقیروں کی طرف دیکھا۔ شاہی فوج بسرکردگی امین سنجر موربی آئی۔
علم خاں سے جنگ ہوئی اور وہ میدان میں مارا گیا اس کے تین
بیٹے گرفتار ہوئے۔ فتح کے بعد امین سنجر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ
کیا کہ ان فقیروں کو آزار دو۔ چنانچہ انھیں طرح طرح سے ستایا گیا۔
مثلاً اگر کسی کے پاس نیا لباس دیکھا۔ چھین لیا۔ اگر کسی نے احتجاج
کی۔ اسے مارا پیٹا۔ ایک دن خود امین سنجر فوج لے کر دائرے کے
قریب آگیا۔ مسجد میں جا کر بیٹھا اور میاں مصطفےٰ کو بلا کر بولا کہ میری
سرکار کے دو غلام بھاگ آئے ہیں۔ اور مجھے پتا چلا ہے۔ کہ وہ
تمھارے دائرے میں موجود ہیں۔ تم انھیں جلد حاضر کرو۔ ایسے موقعوں
پر تمھارا کیا دستور ہے؟ میاں نے کہا۔ ہمارے ہاں ایسا معاملہ پیش
آتا ہے تو ہم ڈونڈی پٹوا دیتے ہیں۔ ڈونڈی پٹنے سے تمام لوگ آ کر جمع
ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ڈونڈی پٹوا دی گئی۔ اور لوگ آ کر جمع ہونے
لگے۔ جب سب آچکے۔ میاں نے مغل سے کہا اگر تم اپنے غلام پہچان سکتے
ہو پہچان لو۔ ہمارے لوگ سب موجود ہیں۔ امین سنجر کا مقصد
کچھ اور تھا۔ اسے یہ دیکھنا تھا کہ اہل دائرے کی طاقت کتنی ہے۔
جب اس نے دیکھا کہ وہ قلیل تعداد میں ہیں اور شاہی فوج کا مقابلہ

نہیں کر سکتے۔ اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا۔ وہ لوگ دائرے کے اندر گھس گئے اور لوگوں پر زیادتیاں کرنے لگے۔ حضرت عماد میاں مصطفٰے کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ بڑے جوانمرد اور غیر تمند تھے۔ انھوں نے آکر میاں کے کان میں کہا۔ کہ مغلوں کے طور بے طور معلوم ہوتے ہیں۔ آپ ہمیں اجازت دیدیں۔ کہ انہیں مار پیٹ کر نکال دیں۔ صرف آپ کے حکم کا انتظار ہے۔ میاں نے فرمایا صبر رکھو اور دیکھو کہ خدا کو کیا منظور ہے۔ کچھ توقف کے بعد انھوں نے پھر عرض کی۔ آپ نے وہی جواب دیا۔ میاں کا ایک فقیر خدمتگار تھا۔ اس کے پاس میاں کی تلوار رہتی تھی۔ ایک مغل نے آکر اس تلوار پر قبضہ کرنا چاہا خادم نے قبضہ نہ چھوڑا۔ دونوں میں کشمکش ہونے لگی۔ میاں نے دیکھا اور پوچھا کیا ماجرا ہے؟ خادم نے کہا۔ یہ مغل آپ کی تلوار میرے ہاتھ سے چھینا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ تم یہ تلوار اس کے حوالے کردو۔ مجھے اس کا رکھنا منظور نہیں۔ خادم نے تلوار فوراً چھوڑ دی۔ میاں عماد نے تیسری مرتبہ لڑائی کی اجازت مانگی۔ آپ نے گرم ہوکر فرمایا۔ کہ میں خدا کا کہنا مانوں یا تمھارا۔ تم لڑائی پر تلے ہو۔ ادھر خدا کا حکم ہے کہ تسلیم سے کام لو۔ مغل نے میاں سے کہا کہ اب تم ہمارے ساتھ چلو۔ آپ فوراً اس کے ساتھ ہولیے۔ دائرہ کی تمام عورتیں آپ کے پیچھے آنے لگیں۔ ایک شخص نے آکر آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا جاؤ اور ان کو روک دو اور کہہ دو کہ دائرے میں بیٹھیں۔ اگر ہماری زندگی ہوگی

آملیں گے ورنہ الوداع۔ اگر تم کو کوئی آزار دے تو تم اس کو خدا کی عنایت سمجھو۔ اگر کوئی تمھاری جان اس کے نام پر مانگے۔ تم اپنی جان دیدو یہاں کی سختی ہنگامی ہے۔ گذر جائے گی عاقبت میں اس کا اجر ملے گا۔ یہاں کی تکلیف دم بھر کی ہے۔ وہاں ابد الآباد تک بہشتوں میں رہنا ہوگا۔ یہ نصیحتیں سن کر عورتیں روتی ہوئی دائرے میں لوٹ گئیں میاں مصطفٰے مغل کے ساتھ روانہ ہوئے مغل نے اپنی فرودگاہ پر پہنچ کر میاں سے کہا کہ تم اپنے فقیروں کو کہہ دو کہ باہر ٹھہریں۔ اور تم تن تنہا میرے ساتھ آؤ۔ آپ نے مریدوں کو وہیں روک دیا۔ اور خیموں میں داخل ہوگئے۔ یہاں پہنچ کر مغل نے شمشیر برہنہ کی اور غصے کے لہجے میں کہا کہ مہدی سے انکار کرو ورنہ ابھی تیرا لاشہ زمین پر پھڑکتا ہوگا۔ آپ نے نہایت متانت سے کہا۔ کہ مہدی آئے اور چلے گئے۔ اور اب کوئی مہدی نہیں آئیگا۔ دو مرتبہ مغل نے آپ سے مہدویت سے برگشتہ ہونے کے لیے کہا۔ اتنے ہی میں آپ کا پیمانۂ صبر لبریز ہوگیا۔ اور کڑک کر بولے۔ دیوانے کیا بار بار بچوں کی طرح بات کی تکرار لگادی میں جو کہتا ہوں نہیں سنتا۔ تجھے جو برا کرنا ہو بسم اللہ کر۔ اس پر مغل نے تلوار پھینک دی اور بولا کیا کروں۔ شاہی حکم نہیں ورنہ یہاں سے تو زندہ نہ جاتا۔ یہ کہہ کر مغل باہر آیا اور میاں کے مریدوں سے بولا کہ میں تمھارے پیر کو تو ہلاک کر آیا ہوں۔ اب تم مہدی سے برگشتہ ہو جاؤ میں تمھیں بادشاہ سے منصب و مرتبہ دلواؤں گا۔ سب نے انکار کیا اور بولے کہ

مہدی آیا اور گیا۔ اور آیندہ نہیں آئے گا۔ اس وقت مغل نے عثمان خاں
کو اپنے پاس بلایا۔ عثمان اپنے عقیدے میں نہایت راسخ تھا۔ جب وہ
ترک کر کے جماعت مہدویہ میں شامل ہوا تھا۔ اس نے بارہ من سونا لٹایا
تھا۔ مغل نے اس سے کہا کہ تو تو شاہ و دربار شاہ کا روشناس تھا۔ اور
تمام شاہی امراء سے واقف۔ خود ایک جلیل القدر امیر تھا۔ تو کہاں آکر
ان بھکاریوں میں شامل ہو گیا۔ اس عقیدے سے تائب ہو میں تجھے
بادشاہ کی خدمت میں لے جاؤں گا اور بڑا مرتبہ دلواؤں گا۔ عثمان نے
جواب دیا۔ تو مجھے دنیا کا لالچ کیا دلاتا ہے۔ دنیا میرے پاس بہت
تھی۔ میں نے اسے نابکار سمجھ کر ترک کیا۔ خدائے پاک نے میری
ساری مرادیں پوری کیں اور اس سے بڑی مراد کیا ہو گی۔ کہ محمد کا کلمہ
نصیب کیا۔ دوسری نعمت مہدی کی تصدیق روزی کی۔ خدا کا یہ کتنا
بڑا احسان ہے کہ میاں مصطفےٰؒ سا مرشد مجھ کو دیا۔ اب صرف ایک آرزو
باقی ہے وہ یہ ہے کہ مہدیؑ کے مقدس نام پر قربان ہو جاؤں۔ مغل نے
بگڑ کر اپنے کسی آدمی کو اشارہ کیا اس نے تلوار کا ایک ہاتھ ایسا
مارا کہ عثمان جیسا صادق العقیدہ انسان شہید ہو کر زندہ جاوید بنا۔
اس کے بعد مغل نے میاں ناصر، خان موسیٰ اور عیسیٰ کو باری باری بلایا
اور مہدی سے منکر نہ ہونے پر سب کو موت کے گھاٹ اتارا بوڑھے
میاں عبدالرشید سب سے پیچھے تھے ان کی پیرانہ سالی اور ضعف و
ناتوانی دوسروں کے برابر چلنے سے مانع تھی۔ ان کے فرزندان کے ساتھ

تھے جو ان کا ہاتھ پکڑے کھینچتے ہوئے لا رہے تھے۔ ان کا نام شاکر محمد
تھا۔ وہ میاں مصطفےٰؒ کے سگے بھائی تھے۔ شاکر نے فقیروں کے لٹے سر
دیکھ کر کہا۔ باوا جان معلوم ہوتا ہے کہ میاں مصطفےٰؒ کو جام شہادت پلا دیا
گیا ہے۔ اب ہمارا بھی آخری وقت آ گیا میاں عبدالرشید ضبط نہ کر سکے۔
خواجہ سنجر کو بلند آواز میں کہنے لگے۔ ظالم تو بڑا کمبخت ہے کہ تو نے ایسی
ذات پر ہاتھ اٹھایا۔ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور بولے کہ مہدی آئے اور
گئے۔ مغل نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے بے تاب ہو کر دوڑا اور بیک ضرب شمشیر
آپ کو موت کی نیند سلا دیا۔ تب شاکر محمدؒ بڑھے اور بولے۔ اب میری
باری ہے۔ مغل نے کہا مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے۔ آپ بولے اگر
تو مجھے قتل کیے بغیر آگے بڑھے گا۔ میں قسم دلاتا ہوں کہ تجھ پر جو چیز
حلال ہے حرام ہو اور تیری ماں کا دودھ تجھ پر حرام ہو۔ مغل پلٹا اور
ایک ہاتھ چھوڑا۔ پیشانی پر گہرا زخم آیا۔ آپ تیورا کر زمین پر گر پڑے۔
کوئی دو تین گھڑی سانس چلتا رہا۔ پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے۔
باقی فقراء کو قید کر دیا گیا۔ ان میں میاں مصطفےٰؒ اور ان کے فرزند
شاہ عبداللہ بھی تھے۔ سب کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔ اب
فوج دائرے میں گھس گئی اور عورتوں کو گرفتار کر لیا۔ میاں مصطفےٰؒ کی
صاحبزادی کی تلاش ہوئی۔ مریدنیوں میں ایک نیک بی بی تھیں امتوا
نام تھا۔ وہ سمجھیں کہ مرشد زادی پر یہ لوگ زیادتیاں کریں گے جھٹ
بول اٹھیں کہ وہ صاحبزادی میں ہوں۔ اور مغل سے پوچھا۔ کہ بھتیا تم

کیا چاہتے ہو۔ امت الکریم میاں کی صاحبزادی ادھر سے بول اٹھیں کہ میاں مصطفےٰ کی اصلی صاحبزادی یہ نہیں ہیں ہوں۔ مغل نے کوڑا اٹھایا۔ فارسی زبان میں کہا کہ مجھے روپیہ بتاؤ۔ بی بی امت الکریم فارسی نہیں جانتی تھیں۔ اپنی دوا سے پوچھنے لگیں۔ کہ یہ مغل کیا کہتا ہے۔ دوا نے سمجھایا کہ وہ تو مال کے واسطے پوچھتا ہے۔ بی بی نے مغل کو جواب دیا کہ ہمارا خزانہ اور ہماری دولت میاں مصطفےٰ ہیں۔ ان کے سوا ہمارے پاس کوئی اور مال و دولت نہیں۔ مغل کو اس جواب پر طیش آیا۔ بی بی کی چٹیا پکڑ لی۔ ان کی گود میں بچہ تھا۔ آخر وہ اسی حال میں ایک ہاتھ سے بی بی کی چٹیا پکڑے ہوئے گھوڑے کو ایڑ دے کر لشکر میں پہنچ گیا۔ کبھی بی بی کے پاؤں زمین پر گھسٹتے کبھی ادھر ہو جاتیں۔ اسی طرح مغل وہاں پہنچا۔ جہاں بی بی امت الکریم کے بھائی قید تھے۔ بھائی نے بہن کو اس حالت میں دیکھا۔ مگر تسلیم سے کام لیا۔ قصہ مختصر مغل اس طرح تمام عورتوں کو پکڑ کر لے گئے اور لے جا کر لشکر میں الگ الگ قید کر دیا۔ میاں ان کے بھائی اور فرزند ایک جگہ قید تھے۔ جب عشاء کا وقت ہوا۔ میاں نے نماز عشا ادا کی اور فارغ ہو کر تسبیح باآواز بلند پڑھی۔ فقیروں اور عورتوں نے جو مختلف جگہ لشکر میں قید تھے میاں کی آواز پہچان لی اور تسبیح کا جواب اسی طرح بلند تسبیح سے دیا جس سے فوج میں ایک شور مچ گیا۔ سپاہی یہ آواز سن کر حیران رہ گئے۔ اور بولے کہ یہ مہدوی بھی عجیب قسم کے انسان ہیں۔ نہ چھپائے سے چھپتے ہیں۔ نہ

ڈرائے سے ڈرتے ہیں نہ جان دینے سے ان کو خوف ہے۔ چھوٹے بڑے سب کے سب اپنے عقیدے پر ثابت قدم ہیں۔ ہم نے ایسے لوگ نہیں دیکھے۔ اس قدر ان کو عذاب دیا اور کتنوں کو بے دردی کے ساتھ ہلاک کیا گیا۔ مگر ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ اس امر کی خواجہ سنجر سے رپورٹ ہوئی۔ وہ متحیر رہ گیا۔ آخر اس نے حکم دیا کہ ان سب کو بھاگسی میں بند کر دو چنانچہ سب کو بھاگسی میں ڈال کر اوپر سے تالا ٹھوک دیا۔ ایک عورت اتفاق سے باہر رہ گئی۔ وہ دربان کی رات بھر منت سماجت کرتی رہی کہ مجھے بھی بھاگسی میں اپنی بہنوں کے پاس پہنچا دے۔ دربان حکم کا بندہ تھا۔ نہ مانا عورتوں کو تین روز برابر بھاگسی میں رکھا پھر ان کو رہا کر دیا گیا۔ ان عورتوں نے میاں کی خدمت میں پیام بھیجا۔ کہ اب ہمارے لیے کیا حکم ہوتا ہے۔ میاں نے جواب بھیجا خدا تمہیں جہاں لے جائے۔ جاؤ اور مشیت ایزدی کے خلاف کوئی حرف زبان پر نہ لاؤ۔ میں تم کو رخصت کرتا ہوں جب یہ جواب عورتوں تک پہنچا۔ زار زار روئیں اور ایک دوسرے سے رخصت ہو کر جس کے جہاں سینگ سمائے چلی گئی۔

ماہ رمضان کی چھبیسویں تاریخ کو خواجہ سنجر نے حضرت عماد کو بلایا وہ اپنے بھائی محمود کو ساتھ لے کر گئے۔ مغل نے حسب معمول کہا کہ مہدی سے منکر ہو جاؤ۔ ان کا وہی جواب تھا کہ مہدی تو آئے بھی اور چلے بھی گئے۔ ابن سنجر یہ جواب سن کر نہایت برہم ہوا۔ اپنے خادم کو اشارہ

کیا کہ کھڑا کیا تماشہ دیکھتا ہے۔ اسے قتل کر۔ خادم تلوار لے کر انکی طرف بڑھا۔ مگر انھوں نے اس اندیشے سے مبادا محمود مجھے قتل ہوتا دیکھ کر مہدی سے بدل جائیں۔ مغل سے کہا کہ پہلے تو میرے ساتھی کو قتل کر اس نے محمود پر وار کیا۔ ادھر سے عماد نے ان کی ہمت بندھائی اور کہا کہ یہ امتحان کا وقت ہے۔ حوصلہ نہ چھوڑو اور ثابت قدم رہو۔ یہ مصیبت ایک پل میں ختم ہو جائے گی اور عقبیٰ میں ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے تمھیں نعمت ملے گی۔ محمود نے جواب دیا۔ بھائی صاحب آپ یہ کیا فرماتے ہیں۔ اگر مہدی کے واسطے میری بوٹی بوٹی جدا کر دی جائے گی۔ تو میری بوٹی بوٹی سے مہدی امامنا کی صدا نکلے گی۔ بالآخر دونوں بھائیوں کو شہید کر ڈالا۔ ادھر میاں مصطفےٰ اور میاں جی مبارک کو شکنجے میں کس دیا۔ جس سے ان کے بدن کا جوڑ جوڑ ٹوٹنے لگا۔ مگر دونوں اپنے عقیدے میں راسخ رہے۔ جب پیادوں نے دیکھا کہ انکی حالت غیر ہو رہی ہے اور موت کے قریب پہنچ گئے۔ انھوں نے خواجہ سنجر کو خبر دی کہ یہ لوگ قریب المرگ ہیں۔ اس نے حکم دیا کہ کھول دو اور معمولی قید میں رکھو۔ چند روز کے بعد خواجہ سنجر اپنے قیدیوں کو لیکر احمد آباد آ گیا۔ یہاں خان اعظم نے علماء کو بلایا اور میاں مصطفےٰ کو بلوایا مجلس مباحثہ گرم ہوئی۔ مگر یہ مباحثہ اس مختصر میں نہیں آسکتا۔ اس لیے حذف کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد خان اعظم نے میاں کے قتل کے خیال سے فوج و لشکر آراستہ کیا۔ دارین نصب کرائیں اور ہاتھی منگوائے

اور میاں سے کہا کہ یہ تمھارے قتل کے سامان ہیں۔ اس امتحان میں بھی میاں پورے اترے اور ان کے عقیدے میں کوئی تزلزل نہیں آیا آخر خان اعظم نے انھیں معمولی قید میں رکھا۔ ایک روز ایک رحم دل مغل آیا اس کا دل مہر و شفقت سے معمور تھا۔ اس نے میاں کے قید و بند ان کے باپ بھائیوں کی شہادت اور دائرے کی تباہی پر بڑا افسوس کیا اور بولا بہت برا ہوا۔ میاں نے اس کی ہمدردی قبول نہ کی۔ گوجری زبان میں ذیل کا ریختہ ان کے اس وقت کے خیالات و جذبات کا آئینہ دار ہے۔ جو دو فارسی نظموں کے ساتھ میاں نے انہی ایام میں لکھا تھا:۔

ریختہ

جو بوجی ہمسوں نہیں جوا   وے چوکیں جو کہیں برا ہوا
ات ڈھل جو بیوں سین ٹرے   ہور ویوں سوں بھی آئی اڑے
ہم اس بہنت جائیں کھڑے کھڑے

جو بوجی ہمسوں نہیں جوا   وے چوکیں جو کہیں برا ہوا
کیا ہوا ہم جو بہ رنگ ہوئے   کوئی تروا روں کوئی بھو کھوئے
کوئی رہے سو پر جوئے جوئے

جو ہوجی ہمسوں نہیں جوا　　　وے جو کہیں جو کہیں برا ہوا
کیا ہوا جو مغلوں بند پڑے　　　لے پکڑ جو بیڑیوں ہاتھ جڑے
جو چور سو آگل گئی کھڑے

جو ہوجی ہمسوں نہیں جوا　　　وے جو کہیں جو کہیں برا ہوا
کیا ہوا جو لوگوں برے کہے　　　کیا ہوا جو دکھ میں سوگ رہے
کیا ہوا جو کروٹ نہیں بہے

جو ہوجی ہمسوں نہیں جوا　　　وے جو کہیں جو کہیں برا ہوا
کیا ہوا جو ہارے بہت بلے　　　کیا ہوا جو ساتھی چھوڑ چلے
کیا ہوا جو اس بیٹھ بیٹھے بلے

جو ہوجی ہمسوں نہیں جوا　　　وے جو کہیں جو کہیں برا ہوا

ایسا بیمبری وقت پڑ جانے کے باوجود میاں کا دل مگن ہے۔ خدا سے لو لگ رہی ہے اور نہایت شگفتہ روئی سے کہتے ہیں۔ "خداداری چہ غم داری" نوشتہ بالا ریختہ سے ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے جس کا میاں کے سوانح نگار نے ذکر نہیں کیا۔ وہ یہ ہے کہ اس تباہی کے وقت ان کے مریدوں کی ایک جماعت نے ان سے بیوفائی بھی کی ہے۔ اور جدائی اختیار کر لی ہے۔ چنانچہ مصرع

کیا ہوا جو ساتھی چھوڑ چلے

میں اس امر کی طرف اشارہ ہے۔ یہی جذبہ ان کے ایک فارسی مخمس میں بھی جس سے بخوف طوالت میں صرف دو پہلے بند یہاں نقل کرتا ہوں

عبد المجید اس کی نسبت لکھتا ہے:-

غزل ریختہ کی شکل ہے بدل　　　میاں نیں کہی سو سنو بعد اصل
زبان فارسی میں جو بولے صحی　　　لکھوں میں سخن کا اندھر تم وہی

چہ شد گر مبتلا گشتم بتاریکی و تنہائی
چہ شد گر زخمہا خوردم ز دست چرخ مینائی
چہ شد گر روی آوردم بوادیہائی غیر تنہا
چہ شد گر خلق پیدا گشت، بدخوئی و بدرائی
تو خوشنودی اگر از من از نیہا ہیچ غم نبود
چو تو داری نظر سویم خوشیہا ہیچ کم نبود

چہ شد گر جمع یارانم جدا گشتند در ہر سو
چہ شد گر دوستدارانم شدہ بیچارہ، ہر ہر سو
چہ شد گر نیشہا خوردم بہر رنگی بہر صورت
چہ شد گر جملہ عالمہا شدہ در بابِ من بدخو
تو خوشنودی اگر از من از نیہا ہیچ غم نبود
چو تو داری نظر سویم خوشیہا ہیچ کم نبود

میاں مصطفےٰ اپنی بربادی اور قید و بند کو اسی محبوب ازلی کی ایک

ادا سمجھتے ہیں اور اپنے مدعیوں اور آزار دہندوں کے افعال کی اسی ہمہ اوستی انداز میں ترجمانی کرتے ہیں۔ میں ان کی فارسی غزل کے چند اشعار جو فیض عام میں درج ہیں یہاں نقل کرتا ہوں ان شعروں میں بعض ایسے نام بھی ملتے ہیں۔ جن کا مذکور ان کے سوانح نویس نے نہیں کیا۔ وہو ہذا:۔

ندیدہ کس بدینساں دل ستانی — کہ ہر لحظہ نماید نو فشانی
گہی چوں میرزا در گفت و در پیچ — گہی در خشم چوں خاں کلانی
گہی بد خوی چون قلیچ محمد — گہی شیریں زباں چوں شیر خانی
گہی چوں خواجہ سنجر بر سر قتل — گہی مرغوب شکلی مہربانی
گہی بد خلق ہمچوں میر تولک — گہی خوش خوی چوں حلوا نشانی
گہی چوں نقطۂ طاہر حسینی — گہی چوں مرتضائی مہربانی
گہی ملاں صفت در بحث و در جنگ — گہی درویش رو شیریں زبانی
گہی با وحشت اندر حبس و زندان — گہی ہمچون محبت پاسبانی

میاں کے یہ تبرک جو اشعار کی شکل میں اوپر درج ہیں۔ سب سے بڑا وصف ان کا یہ ہے۔ کہ حالی ہیں نہ خیالی۔

آمدم بر سر قصہ۔ جب اکبر بادشاہ اجمیر پہنچ گئے نیا صوبہ دار وہاں سے احمد آباد بھیج دیا اور خان اعظم کو بلا لیا۔ خان اعظم میاں مصطفیٰ اور میاں عبد اللہ کو لے کر چلے۔ جب جالور سے گزرے وہاں میاں سید محمود کا دایرہ تھا۔ ان کے ایک فقیر نے میاں مصطفیٰ اور میاں عبد اللہ کو دیکھ لیا

اور جا کر سید محمود کو خبر دی۔ انھوں نے پوچھا ہمیں کیا کرنا چاہیے۔ اس نے مشورہ دیا۔ میاں کو چھوڑانا چاہیے۔ اگر وہ خوشی سے نہ چھوڑیں تو لڑ کر چھڑانا چاہیے۔ یا دایرہ چھوڑ کر ہمیں بھی ان کے ساتھ چلنا چاہیے۔ سید محمود نے کہا۔ ایسا کوئی اقدام کرنے سے پیشتر ہمیں میاں سے بھی تو پوچھ لینا ضروری ہے کہ ان کی کیا رائے ہے۔ چنانچہ اسی فقیر کو میاں کے پاس بھیجا گیا۔ انھوں نے کہا۔ اے دوست تم جا کر سید سے پوچھو کہ تمھارا یہ ارادہ تمھاری اپنی فکر کا نتیجہ ہے۔ یا خدا کے حکم سے؟ سید نے کہلا بھیجا کہ یہ میری اپنی تجویز ہے۔ نہ حکم الٰہی۔ یہ جواب آنے پر میاں نے کہلوایا کہ اندریں حالات مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو اور خدا کے سپرد کرو۔

خان اعظم مع الخیر اجمیر پہنچ گئے۔ اور میاں مصطفیٰ کو لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوئے۔ بادشاہ کی نظر میاں پر پڑی۔ تعظیم کے لیے اٹھا کچھ دور بڑھا اور بڑی محبت سے میاں سے معانقہ کیا اور میاں عبد الرشید کی خیریت دریافت کی میاں نے جواب دیا کہ ان کو گجرات میں رکھا گیا ہے۔ اسی وقت ایک راست بیان امیر پہنچا۔ اس نے میاں عبد الرشید کی شہادت اور اہل دایرہ پر تمام جور و مظالم کی تفصیل بادشاہ کے گوش گزار کی۔ اکبر نے غضب ناک ہو کر پوچھا کہ یہ ظلم کس کے ہاتھ سے عمل میں آیا۔ امیر موصوف نے کہا کہ خواجہ سنجر ان مظالم کا ذمہ دار ہے اکبر نے کہا۔ اوہو سنجر مطلق العنان ہو گیا ہے۔ پھر اس نے ایک

شخص کو حکم دیا کہ جاکر سنجر کو پکڑ لائے۔ کہ معلوم تو ہو اس نے کس کے حکم سے یہ ستم توڑے۔ سنجر کا وکیل دربار میں موجود تھا۔ اس نے جاکر یہ اطلاع اس کو پہنچا دی۔ سنجر یہ قصہ سن کر ایسا غائب ہوا کہ پھر اکبر کی خدمت میں نہیں گیا۔ بادشاہ نے میاں کو (خواجہ) عبدالصمد کے حوالے کیا اور تاکید کردی کہ نہایت احترام سے رکھنا۔ خواجہ عبدالصمد میاں کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے۔ راستے میں خیال آیا کہ شاہی حکم ہے کہ تم انھیں عزت سے رکھنا۔ ادھر یہ حال ہے کہ میاں قید و بند میں جکڑے ہوئے ہیں اس لیے واپس دربار میں پہنچے اور طوق و زنجیر کے کاٹنے کی اجازت حاصل کی۔ الغرض اٹھارہ مہینوں کے بعد میاں مصطفیٰ قید سے چھوٹے جب بادشاہ فتحپور سیکری پہنچے میاں کو ساتھ لے گئے۔ وہاں پہنچ کر علمار کو بلایا اور میاں کو بلاکر مجلس مناظرہ منعقد کی۔ مناظرہ کئی روز تک جاری۔ اس کی تفصیل ایک رسالے کی صورت میں خود میاں مصطفیٰ نے بیان کی ہے۔

بادشاہ نے ایک روز سو اشرفیاں اور ہر کالہ کا تھان میاں کو دیا۔ اشرفیاں باہر نکل کر انھوں نے لٹا دیں۔ پھر بادشاہ نے ہنڈون کے قریب جھوٹوواڑہ ایک گاؤں میاں کی جاگیر میں دینا چاہا۔ آپ نے قبول نہیں کیا اور بولے کہ میراث تو مہدی کی ٹولی پر حرام ہے۔ بادشاہ نے میاں کے فقیروں میں سے میاں اسمٰعیل اور ملک خضر کو بلاکر سمجھایا۔ کہ میاں کو گاؤں قبول نہیں ہے۔ تم ان سے خفیہ یہ گاؤں

لے لو اور اس کا حاصل میاں کی اولاد پر صرف کرو۔ فقیر خاموش رہے۔ بادشاہ نے گاؤں کا پٹہ لکھ دیا۔ یہ گاؤں اتنا بڑا تھا۔ کہ اس میں تین سو کنو تھے۔ ان امور سے میاں کی شہرت بہت بڑھ گئی۔ اور خلق اللہ کا مرجع بن گئے۔ لوگوں کے رجوع کی یہ حالت تھی۔ کہ جمعرات کے دن فتحپور شہر میں مٹھائی نہیں ملتی تھی۔ لوگ حلوائی سے دریافت کرتے۔ وہ کہتا آپ کو معلوم ہو آج دنیا میاں مصطفیٰ کی خدمت میں تلقین ہونے گئی ہے۔ اس لیے پان اور شیرنی نہیں ملتے۔ میاں کی یہ بڑھتی شہرت دیکھ کر عالموں کو حسد آیا اور شکایت لے کر عبدالنبی کے پاس پہنچے اور بولے۔ یہ ظلم تم نے کیا ہے۔ جو مصطفیٰ مہدوی کو یہاں بلوایا اور اسلام میں اتنا بڑا رخنہ پیدا کیا۔ تم بادشاہ کے مرشد ہو۔ اب بھی کوئی تدبیر کرو۔ دیکھتے نہیں کہ ہم رات دن انگاروں پر لوٹتے ہیں۔ عبدالنبی نے میاں کو بلاکر ملامت کی۔ اور گھر میں قید کر دیا۔ اس حالت میں چار دن گذر گئے۔ اڑتے اڑتے یہ خبر اکبر تک پہنچ گئی کہ عبدالنبی نے میاں کو قید کر دیا ہے۔ اکبر کو بہت طیش آیا۔ کہ میرے حکم کے بغیر ان کو قید کر دیا۔ اسی شخص نے عبدالنبی کے پاس عالموں کے جانے اور شکایت کرنے کا تمام قصہ کہہ سنایا۔ بادشاہ نے ایک چاکر عبدالنبی کے پاس بھیج کر پچھوایا۔ کہ تو نے کس کے حکم سے میاں کو قید کیا۔ عبدالنبی کا وکیل دربار میں موجود تھا۔ اس نے پہلے سے پہلے جاکر اپنے آقا کو اطلاع دیدی۔ عبدالنبی متحیر رہ گیا۔ اسی وقت

میاں مصطفٰیؒ کے پاس آیا اور بولا کہ آپ فوراً اپنے ڈیرے تشریف لیجائیں۔ میاں نمازِ عشا پڑھ کر ابھی بستر پر دراز ہوئے تھے۔ بولے اب تو میں نہیں جاسکتا۔ میری طبیعت خراب ہے۔ عبد النبی نے کہا۔ کہ آپ کے واسطے پالکی تیار ہے۔ اس میں بیٹھ کر تشریف لیجائیے میاں نے کہا۔ میں کبھی پالکی میں نہیں بیٹھا اور نہ بیٹھوں۔ عبد النبی نے کہا بہلی موجود ہے۔ اس میں جائیے اس کی یہ تشویش دیکھ کر میاں اُٹھے اور بہلی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ اتنے میں بادشاہ کا نقیب آیا اور میاں کے متعلق دریافت کیا۔ عبد النبی نے کہا۔ یہ بالکل غلط ہے کہ میاں میرے ہاں قید ہیں۔ وہ اپنے گھر موجود ہیں۔ جاکر دیکھ لو۔

چند روز کے بعد میاں بادشاہ سے رخصت ہو کر بیانہ کیطرف روانہ ہونے لگے۔ انھوں نے اپنے فرزند اور فقیروں کو بلایا اور کہا کہ جلد مجھے بیانہ پہنچاؤ۔ فتحپور کے لوگوں کا ان پر کچھ قرض بھی تھا۔ انھوں نے بے باقی کے لیے تقاضا کیا۔ میاں نے کہا۔ اس وقت تو ادائیگی مشکل ہے۔ مگر تمھاری تسلی کے واسطے ہم قبیلہ دو آدمی چھوڑ جاتے ہیں۔ جیسے ہی ہمیں فتوح کی رقم کہیں سے پہنچی تمھارے قرض کی رقم بھجوادینگے اور اپنے قبیلے کو بلوالیں گے۔ اس سے قرضخواہوں کی تسکین ہو گئی۔ میاں کے جسم پر قید و تشدد کی کافی علامات موجود تھیں۔ بدن میں طاقت مطلق نہیں رہی تھی۔ ان کو پلنگ پر لٹایا اور لے نکلے ذیقعدہ کی ۱۴ کو فتحپور سے چلے۔ بیانہ پندرہ کوس تھا جب وہاں پہنچے۔ آموں کے ایک

جھنڈ میں آپ کا پلنگ اتارا اور عرض کی۔ یہ مقام بڑا پر فضا ہے۔ حکم ہو تو ٹھہر جائیں۔ میاں نے فرمایا۔ آگے بڑھو۔ الغرض اس طرح مریدوں نے کئی جگہ تھم تھم کر پوچھا۔ آپ ہر مرتبہ یہی کہتے رہے کہ آگے بڑھو۔ چلتے چلتے شہر کے مغرب میں تین تیر پرتاب کے فاصلے پر آگئے۔ یہاں آم اور گولر کے درختوں کے جھنڈ تھے۔ میاں کو یہ جگہ پسند آئی۔ پلنگ اتارا اور رہ پڑے رات کو فتح خاں نے قرض کے متعلق دریافت کیا۔ جب رقم معلوم ہو گئی۔ بولا۔ کہ خدا نے کچھ رقم بھیجی ہے بہتر ہے کہ اس سے قرضہ ادا کیا جائے۔ چنانچہ فوراً فتحپور کو آدمی دوڑادیا۔ یہ مہینے کی اٹھارھویں تاریخ تھی۔ ۱۹ کو جہدیؑ کے عرس کے روز سوا پہر دن چڑھے سنہ ۹۸۴ھ میں باون برس کی عمر میں میاں مصطفٰیؒ جنت کو سدھارے۔

شمسیہ کی کتابیں خود پڑھیے اوروں کو پڑھائیے

پروفیسر حافظ محمود شیرانی مرحوم کا خط

اورینٹل کالج میگزین ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۴ء میں میرا جو مضمون
بعنوان "ڈیرے کے عہدیوں کا اُردو ادب کی تعمیر
میں حصہ" شایع ہوا ہے اس کے متعلق میں بخوشی آپکو
اجازت دیتا ہوں کہ آپ وہ مقالہ تمام و کمال یا
اس کا کوئی حصہ جس کو آپ پسند کریں علحدہ کتابی
صورت میں شایع کر سکتے ہیں

ثبت دستخط
محمود شیرانی